تجھے یادوں میں بسانا ہے

(اسماء وصفات کورس)

دوسرا حصہ

نگہت ہاشمی

النور پبلیکیشنز

تجھے یادوں میں بسانا ہے

(اسماء وصفات کورس)

دوسرا حصہ

نگہت ہاشمی

النور پبلیکیشنز

نام کتاب : تجھے یادوں میں بسانا ہے (اسماء وصفات کورس) دوسرا حصہ

مصنفہ : نگہت ہاشمی

طبع اول : نومبر 2017ء

تعداد : 1000

ناشر : النور انٹرنیشنل

لاہور : 102-H گلبرگ III، نزد فردوس مارکیٹ، لاہور

فون نمبر : 0336-4033045, 042-35881169, 042-35851301

کراچی : گراؤنڈ فلور کراچی بیچ ریزیڈنسی نزد بلاول ہاؤس، کلفٹن بلاک II، کراچی

فون نمبر : 0336-4033034، 021-35292341-42

فیصل آباد : 121-A فیصل ٹاؤن، ویسٹ کینال روڈ، فیصل آباد

فون نمبر : 03364033050،041-8759191

ای میل : sales@alnoorpk.com

ویب سائٹ : www.alnoorpk.com

فیس بک : Nighat Hashmi, Alnoor International

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ہم سب یہاں پہ اکٹھے ہیں جانتے ہیں کیوں؟

اپنے ربّ کے بارے میں جاننے کے لیے!

اپنے ربّ سے تعلق کے لیے!

اپنے ربّ کو ہمیشہ کے لیے اپنا سہارا بنانے کے لیے!

اس سے مدد مانگنا سیکھنے کے لیے!

اس سے محبت کرنے کے لیے!

اس پر اعتماد کرنے کے لیے!

رشتہ خوبصورت ہے۔ مضبوط ہو سکتا ہے۔ رشتے کی مضبوطی چاہیے۔

اس دُعا کے ساتھ کہ "اے اللہ! ہم سب تجھ سے تیری محبت کا سوال کرتی ہیں، اور اس چیز کی محبت کا جو آپ کی محبت کے قریب کر دے، اور اس عمل کی محبت کا جو آپ کی محبت کے قریب کر دے" اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کرتے ہوئے آج کے اس سیشن کا آغاز کرتے ہیں۔ وہی تو ہے جس سے ہم دُعا کرتے ہیں کہ اے میرے ربّ! میرے سینے کو کھول دے، میرے کام کو آسان کر دے، میری زبان کی گرہ کو کھول دے، میری بات کو قابلِ فہم بنا دے۔

وہ قوت والا اور ہم بے زور		وہ عظیم اور ہم حقیر

وہ جس کے ہاتھ میں ساری کائنات کی بادشاہت ہے، جو ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے اُسی سے دُعا کے ساتھ ہم قوت پکڑتے ہیں۔

آج اور آئندہ آنے والے سیشنز میں ان شاء اللہ ہم یہ دیکھیں گے کہ

اسماء وصفات کیا ہیں؟

اسماء وصفات کو پڑھنے کا مقصد کیا ہے؟

اسماء وصفات دراصل ہماری کس ضرورت کی تکمیل کرتے ہیں؟

کیا دنیا میں اسماء وصفات کے ماڈل کے مقابلے میں کوئی اور ماڈلز بھی

پائے جاتے ہیں؟
وہ ماڈلز انسانی ضروریات کی کہاں تک تکمیل کرتے ہیں؟
اور اسماء وصفات ہمارے لیے کتنی بڑی دولت ہے؟
پھر ہم اللہ تعالیٰ کی صفات کے حوالے سے اپنے تعلق کو دیکھیں گے۔

پہلی بات ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ اسماء وصفات کیا ہیں؟

'اسم' کی جمع 'اسماء' اور 'صفت' کی جمع 'صفات' ہے۔ 'اسماء وصفات' سے مراد ہے 'اللہ تعالیٰ کے نام اور اس کی صفات'۔

اسماء وصفات دراصل انسان کے لیے اللہ تعالیٰ کا مستند تعارف ہے یعنی ایسا تعارف جو انسان کے اپنے ذہن کی بنیاد پر نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کی پہچان کے لیے، اس سے تعلق کے لیے ہمیں اس کے ناموں کی، اس کی صفات کی ضرورت ہے۔

اللہ ربّ العزت نے انسان کو جو علم سکھایا، سب سے پہلا علم 'اسماء کا علم' ہے۔ وہی انسان کے لیے مشعلِ راہ ہے۔ انسان جس چیز کا بھی علم حاصل کرتا ہے اسماء کے توسط سے حاصل کرتا ہے۔ بے نام کوئی چیز اس کے ذہن میں رہتی نہیں۔ وہ ہر چیز کو نام دیتا ہے۔

اسماء وصفات دراصل اللہ تعالیٰ کا تعارف ہے، اس کے ناموں کے توسط سے، اس کی صفات کے توسط سے۔

اسماء وصفات کا کردار کیا ہے؟

بندہ، جو مادے سے وجود میں آیا، مٹی کا بنا ہوا انسان، عظیم ربّ سے کیسے تعلق قائم کر سکتا ہے جبکہ نہ آنکھیں اسے دیکھیں، نہ کان اسے سنیں، نہ انسان کا ذہن اسے اپنے احاطۂ خیال میں لا سکے، نہ انسان اسے چھو سکے، نہ حواس سے اسے محسوس کر سکے۔ کیسے اس عظیم ربّ اور بندے کے درمیان تعلق قائم ہو جائے؟

اسماء وصفات انسان اور اس کے ربّ کے درمیان تصوراتی ربط (Contact at Conceptual Level) قائم کرتے ہیں یعنی ہم تصور کے

ذریعے سے اپنے ربّ سے جڑ جاتے ہیں۔ یہ تصوراتی ربط ہے Physically ہم اس کا ادراک نہیں کرسکتے۔

لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ (الانعام:103)

''نگاہیں اس کو نہیں پاسکتیں۔''

نظروں سے دیکھ نہیں سکتے پھر اس کے بارے میں کوئی اپنے ذہن میں تصور کیسے لائے؟ اس کا ذریعہ اسماء وصفات ہیں، اس کے ناموں سے، اس کی صفات سے الحمدللہ تصوراتی سطح (Conceptual Level) پر جو ربط قائم ہوتا ہے یہی زندہ تعلق ہے۔

جیسے اللہ تعالیٰ رازق ہے۔ ہم اس کائنات میں رزق کی لاکھوں صورتیں دیکھتے ہیں۔ ہم اُس کا دیا ہوا رزق پاتے ہیں ۔ہم ساری مخلوقات کو دیکھتے ہیں کہ سب صبح اٹھتے ہیں، بھوکے ہوتے ہیں لیکن شام ہونے سے پہلے سب کی کوکھیں بھر جاتی ہیں، سب بھرے پیٹ ہوتے ہیں۔ پرندے ہوں تو گھونسلوں کو لوٹتے ہیں، جانور ہوں تو اپنے بلوں کے اندر جاتے ہیں اور انسان ہوں تو اپنے گھروں میں پناہ لیتے ہیں۔کون ہے جو اتنے وسیع پیمانے پہ رزق کا اہتمام کرتا ہے؟ اہتمام نظر آتا ہے تو پیچھے اہتمام کرنے کے لیے عطا کرنے والا بھی تو ہے۔وہ رازق ہے اور ہم مرزوق کیونکہ ہم رزق پا رہے ہیں۔اس لیے اس کے رازق ہونے سے ہمارے ذہن میں ایک تصور بندھتا ہے۔

اسی طرح جب انسان مجبور ہو جاتا ہے، بے قرار ہوتا ہے تو بے قراریوں میں پکار اٹھتا ہے، اپنے ربّ کو پکارتا ہے کیونکہ اس کا دل یقین کرتا ہے کہ میں پکاروں گا تو وہ سنے گا، وہ میری سنتا ہے، وہ السمیع ہے، وہ سب کی سنتا ہے۔آپ تصور باندھ سکتے ہیں اور آپ کے دل کے اندر یقین ابھرتا ہے! یہ یقین اسماء وصفات کے توسط سے ابھرتا ہے۔ اسماء وصفات ربط کا ذریعہ بنتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ ربط تصوراتی سطح (Conceptual Level) پر اسماء وصفات کے توسط سے قائم ہوتا ہے۔

اسی طرح بڑی اہم بات ہے کہ دنیا میں اللہ کے جتنے بھی تصورات ہیں، خدا کے

بارے میں تصورات، انسانوں نے بت بنائے یا قبروں والوں کو پوجا یا اس کے لئے کوئی بھی طریقہ اختیار کیا، ہر ایک میں انسان کا قیاس نظر آتا ہے۔اس کا اپنا تصور ہے۔اس کا اپنا ذہن، اپنا قیاس کام کرتا ہے۔اسماء وصفات انسانی قیاس کے نتیجے میں وجود میں آنے والا علم نہیں ہے۔اسماء وصفات کا علم اُس نے دیا جس کے وہ اسماء وصفات ہیں۔یہ الہامی علم ہے۔انسانی تصور پر اس کی بنیاد نہیں ہے۔

پھر ہم دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ذات عظیم ہے۔ہم اللہ تعالیٰ کی ذات کا، اس کی صفات کا پورا اندازہ نہیں لگا سکتے۔پھر اسماء وصفات کا علم ہمیں کیا دیتا ہے؟ دراصل کس چیز کی تکمیل کرتا ہے؟

اسماء وصفات انسان کی نسبت سے (جتنی انسان کو ضرورت ہے) اللہ تعالیٰ کا تعارف ہے۔اس کی ضروریات کی تکمیل کے لیے اللہ تعالیٰ نے اپنا تعارف دیا ہے۔اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نام یا اس کی صفات اس سے زائد نہیں ہیں۔ہمیں جو علم ہے وہ ہمارے توسط سے یعنی ہمارے لئے ہماری نسبت سے، جو ہماری ضرورت ہے وہ علم اسماء وصفات کا علم ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات الواسع ہے، العظیم ہے، اس کی کوئی انتہا نہیں، وہ ازل سے ابد تک رہے گا، وہ ظاہر بھی ہے، باطن بھی ہے۔ہم اس کے جتنے اسماء اور جتنی صفات کو جانتے ہیں، اپنی نسبت سے جانتے ہیں۔ہماری نسبت سے جو ضرورت ہے اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنا تعارف کروایا ہے۔اس لحاظ سے اسماء وصفات کا علم انسان کی نسبت سے ہے ورنہ اللہ تعالیٰ کی ذات بہت بڑی ہے۔

اسماء وصفات کے حوالے سے یہ بات بھی ذہن میں رکھنے گا کہ یہ انسان کی فطری تلاش کا جواب ہیں۔انسان کھوجی ہے نا! تجسس رکھتا ہے۔اس کے دل کے اندر یہ سوال رہتے ہیں کہ میں کون ہوں؟ کہاں سے آیا ہوں؟ کس نے مجھے تخلیق کیا؟ کیوں مجھے زندگی دی؟ کون ہے جس نے مجھے ڈیزائن کیا، جس نے مجھے یہ سب کچھ عطا کیا؟ انسان اُس کی کھوج میں ہے جس نے اسے بنایا، جس نے اسے پیدا کیا، جو اسے رزق دیتا ہے، جو اس کی

سنتا ہے، جو اس کو جواب دیتا ہے۔ انسان کی فطری تلاش کا جواب اسماء وصفات ہیں۔ الحمدللہ رب العالمین۔

اگر نفسیاتی طور پر (Psychologically) انسان کو دیکھیں تو انسان ایک متلاشی حیوان ہے، Truth Seeker ہے۔ وہ ہر وقت کچھ نہ کچھ، کسی نہ کسی چیز کی تلاش میں رہتا ہے اور اپنے پورے وجود کے اعتبار سے انسان میں سب سے نمایاں خصوصیت اس کی تلاش ہے کہ وہ ہر وقت تلاش میں رہتا ہے۔

انسان کس چیز کی تلاش میں ہے؟

اس میں کوئی شک نہیں کہ انسان جب اعلیٰ مقاصد کو چھوڑ دیتا ہے تو وہ چھوٹی چھوٹی چیزوں کو تلاش کرتا رہتا ہے۔ لیکن ایک چیز جو ہر انسان اپنے اندر دیکھتا ہے کہ اسے خوشی کی تلاش ہے، اطمینان کی، سکون کی تلاش ہے۔ اصل میں اسے ایک اعلیٰ اور برتر ذات کی تلاش ہے۔ اس کی ذات کے سوا کوئی چیز انسان کو مطمئن (Satisfy) نہیں کر سکتی۔

آپ انسان کو دیکھئے، اسے خوشیاں ملتی ہیں لیکن ہر خوشی کے بعد وہ پھر بے کل ہو جاتا ہے۔ آپ بڑی سے بڑی خوشی کی تقریب دیکھ لیں، بڑے سے بڑا انعام دیکھ لیں، ہر چیز جو وہ پا لیتا ہے، اس کے بعد پھر بے قرار ہو اٹھتا ہے۔ اسے سمجھ نہیں آتا کہ اتنی بڑی خوشی کے بعد پھر یک لخت اُداسی کیسے ہو گئی؟ کبھی وہ اسے اُداسی کا نام دیتا ہے، کبھی بوریت کا اور کبھی خالی پن کا۔ ہاں خالی پن تو ہوتا ہے انسان کے اندر، خوشی ملنے کے بعد بھی Vaccum create ہو جاتا ہے، خلا رہتا ہے۔ اس کی ذات کا خلا اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی پُر نہیں کر سکتا۔ کتنی پیاری بات ہے جو اللہ پاک نے اپنی کتاب میں فرمائی:

اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ (الرّعد:28)

''سن لو اللہ تعالیٰ کی یاد میں دلوں کا اطمینان ہے۔''

اللہ تعالیٰ کی یاد اس کی صفات کے ساتھ تعلق قائم کرنے کی وجہ سے اپنا رنگ دکھاتی ہے کیونکہ انسان کے اندر یقین اترتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو وہ کسی تعلق، کسی حیثیت میں یاد کرے گا

اور ہر موڑ پہ اسے ایک نئے تعلق کی ضرورت ہوتی ہے کیونکہ انسان پلٹتا ہے، جھپٹتا ہے، ہر وقت اس کی زندگی میں کوئی نیا واقعہ رونما ہو رہا ہوتا ہے اور ہر نئے موڑ پر اسے اس کے مطابق تعلق کی ضرورت ہوتی ہے۔ اسماء وصفات انسان کی اسی ضرورت کی تکمیل کرتے ہیں۔ اس کی زندگی کا کوئی موڑ، اس کی زندگی کا کوئی پہلو ایسا نہیں جہاں اللہ تعالیٰ کی ذات کا سچا تعارف موجود نہ ہو، اس کی کسی صفت، اس کے کسی نام کے حوالے سے وہی چیز اس کو مطمئن (Satisfy) کرتی ہے۔

انسان کے وجود کو دیکھئے۔ انسان ناقص ہے۔ وہ چاہتا ہے کوئی ہو جو اس کی کمی کی تلافی کر دے، اس کی کمی کو پورا کر دے۔ انسان دوست بناتا ہے لیکن وہ دوست اس کی کمی کی تلافی نہیں کرتے۔ وہ رشتے تعلقات بناتا ہے۔ کچھ رشتے اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہیں اور کچھ وہ رشتے تعلقات ہیں جو انسان خود بنانے کی کوشش کرتا ہے لیکن End of the day اسے پتہ چلتا ہے کہ کوئی ایسا نہیں ہے جو اس کی کمی کی تلافی کر سکے۔ جو اس کے اندر نہیں اس کی تلافی کے لئے اسے کیا چاہئے؟ بات یہ ہے کہ انسان کو اپنے احساسات اور جذبات کے لئے کوئی مرکز ومحور چاہئے۔ اسماء وصفات دراصل اسی کا جواب ہیں۔

ایک ماں کو دیکھئے وہ اپنے بچے کو اپنا محور و مرکز بناتی ہے۔ بچہ جوں جوں بڑا ہوتا ہے وہ ماں ہی سے بھاگنا شروع کر دیتا ہے۔ پھر ماں کی کیا کیفیت ہوتی ہے؟ جب وہ پال پوس کے اسے جوان کر دیتی ہے جیسے کسی نے کہا:

؎ چکورا داس ہے کہ رُت بچھڑنے کی آئی　　　　بچے خوش ہیں کہ اڑنا سیکھ لیا

اس ماں کا محور و مرکز ہی اڑ جاتا ہے۔ اسی طرح کسی انسان کا محور و مرکز مال ہے۔ وہ مال کماتا ہے، اس کے لئے محنت کرتا ہے، دن رات لگاتا ہے، پھر اسے پتہ چلتا ہے جو مال میں نے اتنی محنت سے کمایا وہی چلا گیا۔ ضروری نہیں کہ ہر ایک کا مال چلا جائے۔ کبھی مال چلا جاتا ہے اور کبھی اس کو ایسی تکلیف میں مبتلا کر دیتا ہے کہ اس کی ذات انتہائی دکھ میں آ جاتی ہے۔ پھر اسے پتہ چلتا ہے کہ مال میری کمی کا جواب نہیں ہے۔ میرا بچہ بھی میری کمیوں

کا جواب نہیں ہے۔ میں جس جس سے محبت کرتا ہوں کوئی بھی میری کمی کا جواب نہیں ہے، کوئی اس کمی کی تلافی نہیں کر سکتا۔ اس کمی کو پورا کرنے والی ذات اللہ تعالیٰ کی ہے۔ انسان اللہ تعالیٰ سے کم کسی چیز پر مطمئن (Satisfied) نہیں ہو سکتا۔

اب ہم دیکھتے ہیں کہ اسماء وصفات سے دراصل مراد کیا ہے؟

اسماء سے مراد اسماء حسنٰی یعنی اللہ تعالیٰ کے اچھے نام ہیں جیسے قرآنِ حکیم میں آتا ہے:

وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا (الاعراف:180)

''اور تمام اچھے نام اللہ تعالیٰ کے ہیں چنانچہ اُسے تم انہی سے پکارو۔''

اور صفات سے مراد صفاتِ حسنٰی ہیں یعنی اللہ تعالیٰ کی اچھی صفات جو اسماء حسنٰی کے ذریعے سے بتائی گئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی صفات اس کے اسماء سے ہمیں پتہ چلتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات کلی طور پر اللہ تعالیٰ کا تعارف نہیں ہیں بلکہ انسان کی نسبت سے ہیں۔ جتنا انسان کو تعارف چاہئے اتنا ہی ان ناموں کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ نے اپنی پہچان دے دی ہے۔ انسان کا مطلوب الٰہ کا تعارف ہے۔ اس کے ذہن میں زیادہ سے زیادہ (Maximum) جو خاکہ سما سکتا ہے، زیادہ سے زیادہ جس تصور (Concept) کو وہ اپنے اندر رکھ سکتا ہے وہ اسے اسماء وصفات میں ملتا ہے الحمد للہ۔

جو انسان اسماء وصفات کو پوری معنویت کے ساتھ جان لیتا ہے، دیکھئے ایک ہے اسماء وصفات کو یاد کر لینا، ایک ہے اس کے الفاظ کو گہرائی کے ساتھ سمجھنا، تو جتنا کوئی گہرائی میں جاتا ہے، پوری معنویت کے ساتھ سمجھ لیتا ہے تو اسے اچانک دریافت ہوتا ہے کہ وہ جس ربّ ذوالجلال والاکرام کی تلاش میں تھا اس کا تعارف اسے ان اسماء وصفات میں مل گیا۔ جس کی اسے تلاش تھی وہی خدا ہے، وہی ذات ہے، اور کسی زاویے (Angle) سے انسان کے اندر تشنگی نہیں رہتی۔ انسان کی ہر مانگ کا جواب وہ ذات ہے۔ انسان کی ہر کمی کو وہ ذات پورا کرنے والی ہے۔ اس اعتبار سے ہم دیکھتے ہیں کہ اسماء وصفات کی سمجھ ناگزیر ہے۔

اب تک جہاں ہم پہنچے ہیں، جو ہم نے سمجھا ہے وہ یہ کہ اسماء وصفات کا علم حاصل کرنا، ان کو سمجھنا ناگزیر ہے۔ اسماء وصفات کے ذریعے سے انسان اللہ تعالیٰ کی صفاتی شخصیت کو سمجھنے کے قابل ہو جاتا ہے اور اس کا یقینی تصور اپنے دل اور اپنے ذہن میں رکھنے کے قابل ہو جاتا ہے۔ دیکھئے اللہ تعالیٰ کی ذات جس کے بارے میں وہ خود فرماتا ہے:

اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ ۚ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ (سورۃ البقرۃ:255)

"اللہ تعالیٰ وہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ ہمیشہ سے زندہ ہے، قائم رکھنے والا ہے۔"

وہی ہے جو حیات کا ماخذ ہے، ہمیشہ کی زندگی اُسی کی ہے، ہمیشہ کا قیام اُسی کے لیے ہے۔ اس کے سوا کوئی اور ایسا نہیں جو اپنے بل پر زندہ ہو، اپنے بل پر قائم ہو تو اللہ تعالیٰ کی ذات ہے، اللہ تعالیٰ کی شخصیت۔

ہم اللہ تعالیٰ کے ہاتھ کے بارے میں پڑھتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی پنڈلی کے بارے میں، اللہ تعالیٰ کے چہرے کے بارے میں پڑھتے ہیں۔ اس کے باوجود ہم شخصی طور پر اس کا کوئی تصور ذہن میں نہیں رکھ سکتے اور نہ رکھنا چاہیے۔ اس کی ذات کا جو تصور ہمارے ذہن میں رہ سکتا ہے، جس پر ہم یقین کر سکتے ہیں، وہ اس کی صفات ہیں۔ صفات کے ساتھ ہمارا اس کے ساتھ تعلق قائم ہو سکتا ہے۔ اسماء وصفات کے توسط سے دراصل فرشی (زمین پر رہنے والے) کا عرش والے کے ساتھ حقیقی تعلق جڑتا ہے، قلبی اور ذہنی تعلق۔ جتنا جتنا انسان اس کے بارے میں علم حاصل کرتا ہے، جتنی جتنی اسے سمجھ آتی ہے، اتنا ہی وہ تعلق گہرا ہوتا چلا جاتا ہے اور اتنی ہی زیادہ انسان کے اندر تبدیلی آتی چلی جاتی ہے۔ یہ تبدیلی بڑی عجیب ہے۔

آپ جانتے ہیں کہ دنیا میں محبت کے اثرات انسان کے اوپر مرتب ہوتے ہیں۔ کبھی آنکھوں کی نمی کی صورت وہ احساسات دوسروں پر واضح ہوتے ہیں اور کبھی انسان کے پورے بدن پر اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ جتنی محبت گہری ہوتی ہے، اس کے آثار بھی اتنے ہی نمایاں ہوتے ہیں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کی ذات کو جو دریافت کر لیتا ہے یعنی اس کی جس

صفت کو وہ دریافت کرلیتا ہے، اس کا اثر اس کی آنکھوں میں، اس کی جلد میں، اس کے قلب میں اور اس کے اعمال میں نظر آتا ہے۔

انسان جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ Social Animal ہے، حیوانِ ناطق ہے، بولنے والا حیوان ہے۔ اصل میں انسان کی سب سے نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے ساری مخلوقات سے افضل عقل عطا فرمائی ہے جس کے توسط سے وہ چیزوں کے بارے میں جانتا ہے اور ان کو سمجھتا ہے۔

کتنا عجیب معاملہ ہے کہ ہم کسی چیز کو ظاہری طور پر دیکھتے ہیں۔ جیسے یہ میرے سامنے پھول ہیں۔ مجھے ان کے رنگ نظر آتے ہیں، ان کی شکل (Shape) نظر آتی ہے، ان کی Softness کا بھی اندازہ ہے تجربے (Experience) کی وجہ سے لیکن اس کی اصل حقیقت جو ایک سائنسدان (Scientist) جانتا ہے اس سے میں کلی طور پر واقف نہیں ہوں۔ جب پھول کی ایک پتی پر بھی ہم ظاہری طور پر غور و فکر کرتے ہیں تو ہمیں پتی کے اوپر باریک باریک لائنیں سی نظر آتی ہیں، ہمیں Shades بھی Feel ہوتے ہیں۔ مادی طور پر تو ہمیں اس کا فائدہ ہو جاتا ہے لیکن پتی کی اصل حقیقت کیا ہے؟ یہ کیسے بنی؟ ایک سائنسدان (Scientist) ہمیں یہ بتا نہیں پاتا۔ وہ یہی بتاتا ہے کہ Automation ہے، ایک خودکار عمل ہے۔ وہ یہ نہیں بتا پاتا کہ

وہ پتی، وہ پھول کس کی وجہ سے ہے؟

کون اس کا بنانے والا ہے؟

جو رنگوں میں رنگ بنانے والے کو دیکھ لے اس کی کیفیت بدل جاتی ہے۔ یہ اُلوہی کیفیت ہے۔ یہ ایک ایسی کیفیت ہے جو دراصل تعلق کی خوشبو ہے کیونکہ انسان اس ایک چیز کی وجہ سے اس کے خالق کے ساتھ، اس کے ڈیزائنر کے ساتھ، اس کے مالک کے ساتھ جڑ جاتا ہے، Connect ہو جاتا ہے۔ یہ پوری کائنات، اس کی ایک ایک چیز اپنے خالق و مالک تک لے جاتی ہے اس کی صفات کے توسط سے۔

اسماء کے حوالے سے ہم نے یہ دیکھا کہ اس کا علم اور فہم ناگزیر ہے۔ ہر اسم کا علم اور ہر صفت کا علم۔ ایک علم ہے، جس کو آپ Conceptual Level تک نہیں لے جا سکتے بلکہ آپ صرف اس کے الفاظ پڑھتے ہیں اور آپ کو پتہ چل جاتا ہے کہ یہ اس کے معنی ہیں۔ اس سے یہ ایک دو تین باتیں مراد ہیں لیکن آگے آپ غور و فکر نہیں کرتے۔ اگر غور و فکر نہیں کرتے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ کو سمجھ نہیں آئی، آپ اس کی حقیقت تک نہیں پہنچے۔

اللہ تعالیٰ کی صفات کے بارے میں جب آپ پڑھیں گے، سمجھیں گے، اس کے ساتھ آپ Conceptual Level تک جائیں گے تب آپ کا تعلق قائم ہوگا، تب یقین دل کے اندر اترے گا ان شاء اللہ تعالیٰ۔ اسماء وصفات کے ذریعے انسان اپنے رب کی صفاتی شخصیت کا یقینی تصور اپنے ذہن میں باندھنے کے قابل ہو جاتا ہے۔ یہ اسماء وصفات کا سب سے بڑا نفع ہے، سب سے بڑا فائدہ ہے۔

دنیا میں ہم دیکھتے ہیں کہ لوگوں نے خدا کو جب تلاش کرنا چاہا تو اس تلاش میں بت بنا ڈالے کیونکہ بت کو نام دیا جا سکتا ہے۔ نام اپنے تصور سے دیا، قیاس سے دیا لیکن بتوں سے کون Inspire ہو سکتا ہے؟ بتوں سے Inspiration نہیں ملتی۔ جیسے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی زبان سے ہمیں قرآنِ حکیم میں بتوں کے ساتھ مکالمہ ملتا ہے:

اَلَا تَاْكُلُوْنَ (91) مَا لَكُمْ لَا تَنْطِقُوْنَ (92) (سورۃ الصافات)

''کیا تم کھاتے نہیں؟ تمہیں کیا ہے تم بولتے کیوں نہیں؟''

یعنی تمہارے آگے جو کھانا رکھا ہے اسے کھاتے کیوں نہیں ہو۔ تمہارے اندر تو کوئی صفت ہی نہیں ہے۔ نگاہیں جیسے کسی نے بنا دیں اسی طرح سے پھٹی ہوئی نگاہیں، جو کسی نے Shape دے دی وہی Shape ہے۔ خود کوئی قوت نہیں، کوئی اختیار نہیں۔ نہ سنتے ہو، نہ دیکھتے ہو، نہ بولتے ہو، نہ حرکت کر سکتے ہو۔ تمہیں کوئی تراش دے تو تمہارا وجود بن جاتا ہے اور کوئی توڑ ڈالے تو تم ٹوٹ جاتے ہو۔

ہمارے ہمسایہ ملک میں دس دس روپے کے خدا ملتے ہیں (معذرت کے ساتھ)

ریڑھیوں پر بکتا ہے خدا (نعوذ باللہ)۔ پھر جتنے دن تک پوجا کرنے کی ضرورت ہوتی ہے پوجا کرتے ہیں۔ جب پرانا ہو جاتا ہے تو کوڑے کے ڈھیر پر پھینک دیتے ہیں۔ خدا ریڑھی پر اور خدا کوڑے کے ڈھیر پر (نعوذ باللہ) لیکن انسان کے دل میں خدا کی کھوج تو ہے۔ غلطی تو یہ ہے کہ ان کے پاس علم نہیں ہے، انہیں پتہ نہیں ہے۔ اس لیے وہ کوئی نہ کوئی صورت، کوئی نہ کوئی ماڈل اپنے سامنے رکھنا چاہتے ہیں جس کی وجہ سے وہ اپنے اندر کے جذبات کی تسکین کر سکیں۔ بت اسی سلسلے کی کڑی ہیں کیونکہ بتوں کو نام دے کر انسان کو لگتا ہے کہ وہ جس کی کھوج میں تھا اسے مل گیا لیکن انسان کی مانگوں کا جواب بت نہیں ہو سکتے۔

قبروں پر لوگ کیوں جاتے ہیں؟ چڑھاوے کیوں چڑھاتے ہیں؟ پھول، چادریں کیوں چڑھاتے ہیں؟ کیونکہ ایک اللہ کی مانگ انسان کی فطرت میں ہے۔ انسان چاہتا ہے کہ میں کسی سے کہوں وہ میری سنے، میں کسی سے مانگوں وہ میری مانگیں پوری کرے۔ کوئی تو ہو جو میری مانگوں کا جواب دے، جس کے ساتھ میرا تعلق ہو اور اس تعلق کے نتیجے میں وہ میری کمی کو پورا کر دے۔ پھر جہاں جہاں پھول چڑھائے جاتے ہیں، چادریں چڑھائی جاتی ہیں ان کے بارے میں بہت کہانیاں (Stories) بنائی جاتی ہیں جن کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔

میں یہ بات اس لیے آپ کے سامنے رکھ رہی ہوں کہ انسان خدا کی تلاش میں تو ہے اور خدا کی تلاش میں جو بھی لگا ہوا ہے اس کو نہ بت متاثر (Inspire) کر سکتے ہیں، نہ قبریں۔ Inspiration نہیں ملتی ان سے اور اس کے مقابلے میں اسماء وصفات بے یقینی میں بھٹکے ہوئے انسان کے لیے بہت ہی خوب صورت Model ہے اور ان کی وجہ سے انسان کو یقین کا سرچشمہ مل جاتا ہے۔

اگر آپ کے دل کے اندر یقین ہے کہ میں دعائیں کروں وہ میری دعائیں قبول کرتا ہے تو آپ کو بار بار کہنے کی ضرورت نہیں۔ آپ ہر احتیاج کے موقع پر ہاتھ پھیلا دیں گے اور اس سے دعا کر لیں گے۔ یہ یقین ہے کہ وہ میری سنتا ہے، مجھے جواب دیتا ہے، وہ

دعائیں قبول کرتا ہے۔ جتنا کسی کے دل کے اندر یقین ہوتا ہے اتنا ہی اس کی دعا کا سلسلہ جاری ہو جاتا ہے۔ دعا کا رشتہ، دعا کا تعلق بہت مضبوط ہو جاتا ہے۔

پھر اسماء وصفات کے ذریعے سے انسان اس صحیح Framework کو پالیتا ہے جس کی روشنی میں وہ اللہ تعالیٰ کو اپنے لیے قابلِ فہم (Understandable) بنا سکے Framework مل جاتا ہے جس پر وہ غور وفکر کر سکے۔

اسماء وصفات کے ذریعے انسان کو اللہ تعالیٰ کا Conceptual Model مل جاتا ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام ہیں جن کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کی حدیث سے ہمیں پتہ چلتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ننانوے ہی نہیں بہت زیادہ نام ہیں جن کا تذکرہ قرآنِ حکیم میں ملتا ہے لیکن حدیث کے توسط سے ننانوے ناموں کا ایک Model ضرور ملتا ہے الحمدللہ۔

اسی طرح اسماء وصفات کے ذریعے انسان ان صحیح الفاظ کو بھی پالیتا ہے جن کے ذریعے وہ اللہ تعالیٰ سے تصوراتی ربط قائم کرنے کے قابل ہو جاتا ہے۔ یعنی انسان کو Imagine کرنا پڑتا ہے۔ آپ بچوں کو دیکھیں پہلے وہ دیکھ کر کسی چیز کا تصور باندھتے ہیں۔ اس کے بعد ان کی Imagination کا دور شروع ہو جاتا ہے اور یہی Imaginations آگے بڑھتی جاتی ہیں لیکن Imaginations کی کوئی نہ کوئی بنیاد ہوتی ہے۔ اس بنیاد پر Imaginations کو آگے بڑھایا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو Imagine کرنے کے لیے اسماء وصفات بہت ہی پیارا Model ہے۔

اسماء وصفات کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ سے تعلق جوڑنا ممکن ہو جاتا ہے۔ جو تعلق اسماء وصفات کے ذریعے سے بنتا ہے وہ زندہ تعلق ہے یعنی ایسا تعلق نہیں ہے جو کبھی سانس لے اور کبھی اس کی سانسیں بند ہو جائیں، کبھی زندہ کبھی مردہ۔ تعلق زندہ ہوتا ہے تو قائم رہتا ہے ورنہ تو بے تعلقی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ زندہ تعلق اسماء وصفات کے توسط سے بنتا ہے اور الہامی علم کے توسط سے انسان اپنے رب کے بارے میں Step by Step ایک صحیح

تصور قائم کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔اس کے بعد فطری طور پر ایسا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات پر یقین بڑھتا چلا جاتا ہے اور ہر آنے والے دن میں محبت میں اضافہ ہوتا ہے، خوف میں اضافہ ہوتا ہے، امید میں اضافہ ہوتا ہے،توکل میں اضافہ ہوتا ہے، اخلاص میں اضافہ ہوتا ہے،اس کی رضا کے لیے کام کرنے ممکن ہو جاتے ہیں،مصیبت میں صبر کرنا آسان ہو جاتا ہے،نعمت ملنے پر شکر کرنا آسان ہو جاتا ہے اور مسلسل (Continuously) ایک صحیح زندگی گزارنے کے لیے ہر وقت محاسبہ کرنا آسان ہو جاتا ہے۔

محاسبہ کیا ہے؟اپنے آپ کو اپنے ربّ کے آگے کھڑا کرنا،حساب کتاب لینا۔ربّ العزت فرماتے ہیں:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ ج وَاتَّقُوا اللّٰهَ

(سورۃ الحشر:18)

”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ اور ہر شخص کو دیکھنا چاہیے کہ اُس نے کل کے لیے کیا بھیجا ہے؟ اور اللہ تعالیٰ سے ڈر کر رہو۔“

اللہ تعالیٰ کی ذات کا ایک تصور ہے جس کی وجہ سے اس سے امید باندھنا ممکن ہو جاتا ہے اور نیکی کے کام کرنے آسان ہو جاتے ہیں۔اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ ایک تعلق ہے جس کی وجہ سے اس کا خوف انسان کے اوپر ایسے حاوی ہوتا ہے کہ کوئی گناہ کا کام کرنا اس کے لیے ممکن نہیں رہتا۔انسان بدل جاتا ہے۔اسماء وصفات کے ذریعے سے انسان بالکل اپنی فطرت پر آ جاتا ہے،مطلوبہ انسان بن جاتا ہے،جیسا ربّ چاہتا ہے کہ انسان کو ہونا چاہیے۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”اللہ تعالیٰ کے ایک کم سو (یعنی ننانوے) نام ہیں۔جس نے ان کا احصاء کیا وہ جنت میں داخل ہوگا۔“

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا یہ نام صرف ننانوے ہیں؟ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ان ناموں کی تعداد ایک ہزار تک ہے۔(تفسیر ابن کثیر) مگر اصل چیز تعداد نہیں ہے۔

تعداد جتنی بھی ہو اصل چیز یہ ہے کہ انسان کی لغت (Vocabulary) کے اعتبار سے بتایا گیا کہ اللہ تعالیٰ کے کتنے نام ہیں ورنہ اللہ تعالیٰ ایک لامحدود ہستی ہے۔اس کو ان ناموں تک محدود نہیں رکھا جا سکتا۔ یہ تو ہماری نسبت سے ہیں۔

اسمائے حسنیٰ کی ننانوے کی تعداد گویا اللہ تعالیٰ کی نمائندہ صفات ہیں اور ان نمائندہ صفات کے اعتبار سے ہمارا کام اس صفت کے ساتھ اپنا تعلق قائم کرنا ہے، اس کا علم حاصل کرنا اور یقین کے درجے تک پہنچنا ہے۔ یہ یقین انسان کی زندگی بدلتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے ان ناموں کا احصاء کیا وہ جنت میں داخل ہوگا۔'' سوال یہ پیدا ہوتا ہے احصاء کا مطلب کیا ہے؟ اس سے مراد شمار کرنا نہیں ہے کہ آپ ایک ایک نام کو شمار کر لیں، گن لیں۔ اصل میں اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہر نام کی قدر پہچان لیں کیونکہ المعجم الوسیط میں احصاء کا جو مطلب بتایا گیا ہے وہ ہے اس کی قدر پہچاننا۔ ایسی حالت میں یہ کہنا صحیح ہوگا کہ احصاء سے مراد شعوری احصاء ہے، شعوری طور پر اس کے ناموں کی قدر پہچاننا، صرف زبانی طور پر نہیں۔

اللہ تعالیٰ کی تخلیقات پر جب انسان غور و فکر کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کا ادراک ہوتا ہے اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کریں گے، معرفت حاصل کرنے والے جنت میں جائیں گے، اللہ تعالیٰ کو پہچاننے والے۔

ایک حدیث جو سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ ضعیف ہے لیکن اس کے توسط سے جو بات میں آپ کے سامنے رکھنا چاہتی ہوں وہ معرفت کی ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ''معرفت (اللہ تعالیٰ کی پہچان) میرا اصل سرمایہ ہے۔'' (رحمۃ للعالمین) میرا اصل زر، میرا اصل سرمایہ اللہ تعالیٰ کی پہچان ہے۔ اللہ تعالیٰ کی معرفت سے کیا مراد ہے؟ اللہ تعالیٰ کی صفات کی قدر پہچاننا، صفات کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کے بارے میں یقین حاصل کرنا۔

اسی طرح امام رازی رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر میں بعض علماء سے نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے

پانچ ہزار نام ہیں۔(تفسیر ابن کثیر:19/1) بات اتنی ہی کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بے شمار نام ہیں۔ جو کرنے والا کام ہے وہ اللہ تعالیٰ کے ناموں کی سمجھ حاصل کرنا اور اللہ تعالیٰ کی قدر پہچاننا ہے اور اللہ ربّ العزت نے اپنے کلام میں فرمایا ہے:

وَمَا قَدَرُوا اللّٰہَ حَقَّ قَدْرِہٖٓ (سورۃ الانعام:91)

"اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کی قدر نہیں پہچانی جیسا اس کی قدر پہچاننے کا حق ہے۔"

اس لحاظ سے ہم یہ دیکھتے ہیں کہ گنتی نہیں بلکہ دراصل قدر پہچاننے کا عمل چاہیے اور انسان کے اندر جب اللہ تعالیٰ کی ذات کا شعور جاگتا ہے ناتو وہ اپنے اصل مقام پر آتا ہے یعنی عبدیت کے مقام پر۔ عبد ہیں ناں ہم، اللہ تعالیٰ کے غلام، اللہ تعالیٰ کے بندے۔ اللہ تعالیٰ کی صفات کے بارے میں یہ بات ذہن میں رکھیئے کہ دراصل یہ Attributes ہیں، صفات ہیں اللہ تعالیٰ کی اور یہ صفات دراصل Appropriate Words ہیں اللہ تعالیٰ کی ذات کے بارے میں۔ ہم ان کے توسط سے اللہ تعالیٰ کو پہچانتے ہیں۔ جو شخص بھی اللہ تعالیٰ کی اس کائنات میں غور وفکر کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی قدر پالیتا ہے، اسے پہچان لیتا ہے۔ ہم اس Experience کو ضرور حاصل کرنے کی کوشش کریں گے ان شاء اللہ۔

میں سمجھتی ہوں کہ Nature کو Observe کرنے کی بہت زیادہ ضرورت ہے۔ خود اس ماحول میں موجود ہوتے ہوئے تنہائی میں اور لوگوں کے ساتھ بھی لیکن بعض اوقات آپ کوئی تجربہ (Experience) اپنے پاس کسی Video Clip میں محفوظ کر لیتے ہیں تو سب کو اکٹھے غور وفکر کرنے کا موقع مل جاتا ہے۔

اور میں چاہتی ہوں کہ آپ اپنے پاس بھی ان چیزوں کو غور وفکر کے لیے محفوظ رکھیں اور اتنے دلائل آپ کے پاس ہونے چاہیے جو آپ کو ذاتی طور پر بھی مطمئن (Satisfied) کرتے رہیں اور جب آپ اپنے رب کا تعارف کسی اور سے کرائیں گے اور کسی اور کو قائل کریں گے یا یہ مضمون پڑھائیں گے تو ان شاء اللہ یہ آپ کے لیے بہت زیادہ مددگار (Helpfull) ہوں گے۔ جیسے آپ کہتے ہیں:

یَاحَیُّ یَاقَیُّومُ بِرَحْمَتِکَ اَسْتَغِیْثُ

اے زندہ رہنے والے، قائم رکھنے والے میں تیری رحمت کے وسیلہ سے فریاد کرتا ہوں۔ (ترمذی:3524)

نبی ﷺ نے یہ دعا اس وقت کی تھی جب بدر کے میدان میں آپ کو یوں محسوس ہوا کہ اگر یہ جماعت مٹ گئی، اگر یہ چند مٹھی بھر لوگ بھی ختم ہو گئے تو زمین پر اللہ تعالیٰ کا نام لینے والا کوئی نہیں بچے گا تو اللہ تعالیٰ سے اس کے نام الحی اور القیوم کا واسطہ دے کر نبی ﷺ نے دعا کی تھی۔

بریدہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو کہتے سنا:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُکَ اِنِّیْ اَشْهَدُ اَنَّکَ اَنْتَ اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ الْاَحَدُ الصَّمَدُ الَّذِیْ لَمْ یَلِدْ وَ لَمْ یُوْلَدْ وَلَمْ یَکُنْ لَّهٗ کُفُوًا اَحَدٌ

(یہ سن کر) آپ ﷺ نے فرمایا: تم نے اللہ سے اس کا وہ نام لے کر مانگا ہے کہ جب اس سے اس (نام) کے ساتھ سوال کیا جاتا ہے تو وہ عطا کرتا ہے اور جب اس کے ساتھ دعا کی جاتی ہے تو قبول فرماتا ہے۔ (ابوداؤد:1493)

الحمدللہ اس دعا میں بھی ہم نے دیکھا الاحد، الصمد، الواحد، اللہ تعالیٰ کے ناموں کے ساتھ مغفرت کی دعا اس طرح سے کی گئی (الحمدللہ)۔ نبی ﷺ کی دعاؤں سے بہت زیادہ پتہ چلتا ہے کہ ناموں کے ساتھ کس طرح دعا کرنی ہے سادگی کے ساتھ بھی آپ کہہ سکتے ہیں یا اللہ، یا شافی، یا رحمٰن، یا رحیم، یا کریم، یا غفور، آپ اللہ تعالیٰ کو اس طرح سے پکار کے کوئی بھی دعا کر سکتے ہیں۔

انسان کلی وجود ہے لیکن وہ سوچ سکتا ہے اور اپنے حواس سے علم بھی حاصل کر سکتا ہے۔ مادی وجود با ہر نظر آتا ہے اور جو چیز انسان کو سمجھنے میں مدد دیتی ہے وہ اس کی Thoughts ہیں، اس کی Thinking skills جو اس کے لیے مددگار ہوتی ہیں۔ اور جو اس کے اندر تک بات پہنچتی ہے یعنی وہ چیز جو اسے مطمئن (Satisfied) کرتی ہے وہ

دراصل Spiritual Level ہے۔ یعنی اصل میں اندر کا اطمینان جب ہم کہتے ہیں تو اندر سے مراد ہماری روح ہے۔ یہ تینوں ایک ہی کل کا حصہ ہیں۔ Spiritual link دراصل سمجھے بغیر قائم نہیں ہوتا۔ انسان کو یہ پتہ ہوتا ہے یہ درست ہے اور یہ غلط ہے، صحیح اسے سمجھ آجاتی ہے لیکن ابھی یقین کا Level اسے نصیب نہیں ہوتا۔ جب یقین کے Level تک بات پہنچتی ہے تو پھر (Spiritual Level) آتا ہے کہ انسان کے اندر وہ بات اتر جاتی ہے۔

اصل معرفت وہی ہے اسی کے توسط سے انسان کو اپنے رب کی قدر آتی ہے اور پہچان ہوتی ہے۔ صرف زبانی یاد کرنے سے نہیں جب تک غور وفکر نہیں کرے گا، جب تک اس کا یقین نہیں ہوگا۔ کیونکہ زبانی تو طوطے کو بھی یاد کرا سکتے ہیں اور زبانی تو ایک کافر بھی یاد کر کے پڑھ سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے پورا سسٹم دیا ہے پانچ وقت کی نماز، نمازوں کے بعد کے اذکار، صبح وشام کے مسنون اذکار ہیں، رات کو سونے کے وقت کے اذکار ہیں۔ دن کے اوقات میں قرآن حکیم کی تلاوت ہے یعنی کتنے ذریعے (Sources) ہیں۔ آپ جس کام کا آغاز کرو بسم اللہ سے، آپ جس کام کا اختتام کرو الحمد للہ سے تو Disconnect آپ کہاں ہوں گے؟ ہاں کیفیات میں فرق ہوتا ہے جیسے حضرت حنظلہ کو نبی ﷺ نے کہا تھا کہ ایک گھڑی غفلت کی ہوتی ہے اور ایک گھڑی یاد کی ہوتی ہے۔ بات یہ ہے کہ انسان جس وقت ایسے اعمال کرتا ہے جس کی وجہ سے ایمان گھٹتا ہے تو اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے تعلق میں کمی آتی ہے اور جس وقت انسان زیادہ خالص (Pure) اعمال کرتا ہے، نیکی کے اعمال تو اس میں اضافہ بھی ہوتا ہے۔

اصل میں نظر اللہ تعالیٰ پر رکھنی پڑے گی اور اللہ تعالیٰ پر نظر رکھنے کی وجہ سے اعمال کی بہتری کے لیے کام کرنا پڑے گا۔ نبی ﷺ کی اس حدیث کو آپ جانتے ہیں کہ:

''کسی کو اس کا عمل جنت میں نہ لے جائے گا۔'' لوگوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ اور نہ آپ کو؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''مجھے بھی نہیں مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ مجھے اپنی رحمت سے ڈھانپ لے۔'' (مسلم)

تو اللہ تعالیٰ کی رحمت پہ نظر رکھنے والا خالی نہیں ہوتا، اپنے اعمال پہ نظر رکھنے والے کو ہر وقت پتہ چلتا ہے یہاں بھی کمی ہے، یہاں بھی کمی ہے۔ ہاں کمی تو ہے لیکن اس کمی کا ازالہ ہے استغفار، پھر کوشش کرنا لیکن اللہ تعالیٰ کی رحمت کی وجہ سے انسان کبھی خالی نہیں ہوتا اور اس پر یقین کی وجہ سے کبھی مایوس نہیں ہوتا (الحمد للہ)۔

﴿وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا﴾

’’اور سب مل کر اللہ تعالیٰ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور جدا جدا نہ ہو جاؤ۔‘‘

(آل عمران :103)

النور انٹرنیشنل

انسٹیٹیوٹ آف اسلامک ایجوکیشن اینڈ ریسرچ

لاہور، فیصل آباد، کراچی